محمد رفیع ازہر

ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

’’ضیاء النبی‘‘ کے تناظر میں محاورہ اور مرادی معنی

ABSTRACT

Idiom and Metaphor in "Zia-un-Nabi"
By Muhammad Rafi Azhar, Ph.D Scholar, A.I.O.U, Islamabad.

Literature of any language consists of many kinds of linguistic and cultural elements like idioms, metaphors, metonyms, similes and symbols. An idiom is a cultural element that has the language peculiar to people or to a district, community or class. Zia-un-Nabi is a seven-volume commentary on the life of Prophet Muhammad (PBUH). The paper discusses the use of literary devices in the Zia-un-Nabi.

’’ضیاء النبی‘‘(۱) پاکستانی شرعی عدالت کے سابق چیف جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر تحریر کردہ اُردو فنِ نثر کی سات جلدوں پر مشتمل مایۂ ناز کتاب ہے۔ موصوف کا شمار اُن جیّد علما میں ہوتا ہے جنھوں نے اسلامی وعصری علوم کی تحصیل کے لیے، مصر کے شہر قاہرہ میں، صدیوں سے قائم، دنیاے اسلام کی عظیم یونی ورسٹی، جامعۂ ازہر کا رخ کیا۔ موضوع کے لحاظ سے تو شاید ماہرینِ ادبِ اُردو، ضیاء النبی کو اُردو ادب کے دائرۂ کار میں شامل کرنے کے لیے تیار نہ ہوں لیکن تکنیکی نقطۂ نظر سے فنِ سیرت نگاری کو اُردو تنقیدات و اسلوبیات میں جگہ نہ دینا صریح ناانصافی ہوگی۔

اس اِحتراز کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ اب تک نقاد و ماہرینِ اُردو ادب کی توجہ کا مرکز زیادہ تر شاعری، افسانوی ادب اور مغربی تنقیدی نظریات ہی رہے ہیں۔ اگرچہ سر سید احمد خاں، مولانا شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد وغیرہا، نابغہ علما و ادبا کا علمی سرمایہ زیادہ تر مذہبی موضوعات ہی تھا تاہم اُردو ادب میں جس طرح اُن کی انشا پردازی کو موضوعِ گفت گو بنایا جاتا رہا ہے! ......اُن کے بعد اِس کی مثالیں کم ہی ملتی ہیں...... جب کہ اس میں حرج ہی کیا ہے کہ اسلامی موضوع سے متعلق اُردو کی کسی کتاب کو محض انشا پردازی اور تکنیکی نقطۂ نظر سے زیرِ بحث لایا جائے؟

ضیاء النبی کی تخلیقی نثر میں فن کے وہ موتی بکھرے پڑے ہیں کہ افسانوی نثر جس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا، اُردو ناقدین کا اِس طرف توجہ دینا، اُردو ادب کے دائرۂ کار کو وسیع کرنے کے مترادف ہوگا۔ یوں تو راقم نے ایم فِل اُردو کے

مقالے میں ضیاء النبی کی بہت سی لسانی و اسلوبیاتی جہات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے لیکن یہاں صرف مراد اور محاورے کے حوالے سے مختصر بات کی جا رہی ہے۔

الفاظ کے جو معانی کتبِ لُغات میں درج ہیں، ضروری نہیں کہ ہر لفظ انھی حصار کا پابند ہو بلکہ ہر تخلیقی متن الفاظ کو نئے سلسلۂ معانی سے جوڑ دیتا ہے۔ نئے سلسلۂ معانی کے پیچھے بہت سے تغیر پذیر محرکات ہو سکتے ہیں جن میں تہذیبی، ثقافتی، سماجی، سیاسی، معاشی، عسکری، مذہبی، تعلیمی اور ادبی تحریکیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اگرچہ یہ تمام تحریکیں نئے سلسلۂ معانی کو مہمیز کرتی رہتی ہیں تاہم ان میں سے چند ایک رویے زیادہ اثر انداز بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ ہر نئے تخلیقی متن سے نئے سلسلۂ معانی کا ادراک کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے اور کیا ایک عام نقاد یا لسانی ماہر لفظوں کے بطن سے معنی کی نئی پرتیں دریافت کر سکتا ہے؟ اصل میں یہ لفظوں کے محلِ استعمال پر ہے۔ بہ قول سید عابد علی عابد: ''الفاظ کے معانی میں جو تہیں مخفی ہوتی ہیں، ان میں سے کوئی تصور، کوئی منظر، کسی بیتی ہوئی یاد کی خاکستر میں چنگاریاں پیدا کر دیتا ہے۔ (۲)'' البتہ اسے نشان زد کرنے کے لیے ایک نابغۂ روزگار کی ضرورت ضرور ہوتی ہے جو نہ صرف مذکورہ تمام تحریکوں سے آگاہ ہو بلکہ تغیر پذیری کے مدّ و جزر پر بھی اس کی نگاہ ہو، تاکہ اس کے تناظر میں وہ کسی بھی لفظ و معنی کا مختلف پہلوؤں سے احاطہ کر سکے۔

زبان کی اس اہم جہت کی طرف یوں تو کئی ماہرین نے توجہ دلائی ہے لیکن عملی طور پر جو تحقیقات ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ نے پیش کی ہیں وہ قابلِ قدر اور لائقِ ستائش ہیں۔ انھوں نے ایک تخلیقی متن میں مستعمل الفاظ کے نئے سلسلۂ معانی کی نشان دہی کے لیے ''مراد'' کی اصطلاح استعمال کی ہے اور بنیادی اُردو قواعد میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے تحقیقی مجلّے دریافت میں شائع ہونے والے ایک مضمون داغ اور مراد میں بھی انھوں نے مراد کو عملی مثالوں سے واضح کیا ہے۔ کلاسیکی روایت کی جس کڑی کو انھوں نے جاری رکھا، وہ شعری مثالیں ہیں جن کی اُردو لُغات میں پہلے ہی بہتات ہے۔ جدید لسانی تقاضے یہ ہیں کہ معنی کی وضاحت کے لیے فنی نثر سے مثالوں کا انتخاب کیا جائے تاکہ عام آدمی بھی معانی کی تفہیم کا ادراک بہ آسانی کر سکے۔ اس تحقیقی مقالے میں معانی کی وضاحت کے لیے نثری مثالوں کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے تاکہ شاعرانہ تعمق سے نابلد مبتدی بھی معنوی پرتوں کی تفہیم کر سکیں۔ مراد کی تعریف میں ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ رقم طراز ہیں:

> ''وہ الفاظ یا افعال جو مفرد یا مرکب الفاظ یا نا تمام جملہ کی صورت میں مجازی معنی دے رہے ہوں اور نا تمام جملہ کی صورت میں اس میں فعل کی شکل ''نا'' استعمال نہ ہو، اسے مراد کہیں گے۔ (۳)''

مراد کی تعریف لکھنے کے بعد وہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر فقرہ مکمل ہو تو اس کا نام ''فقرہ'' ہے جو اُردو لغت تاریخی ترتیب میں موجود ہے لیکن فقرہ کے مکمل لفظی معنی ہوتے ہیں، مجازی معنی نہیں ہوتے۔ ویسے روزمرہ میں کئی ایسے جملے بھی استعمال کیے گئے ہیں جن کے مجازی معنی نہیں ہیں۔ مراد کی بنیاد ''ناتمام اور مرادی معنی'' میں ہے۔(۴)''

تخلیقی متون سے نئے سلسلۂ معانی کو تلاش کر کے انھیں مرادی فہرست میں شامل کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اب مروجہ کتبِ لُغات کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ ایک تخلیقی متن میں کوئی لفظ جب معنی کے نئے رنگ روپ میں ظاہر ہوتا ہے تو اسے مروجہ لُغات میں کیوں کر تلاش کیا جا سکتا ہے؟......لہٰذا بنیادی طور پر کتبِ لُغات کی ضرورت تو اپنی جگہ موجود رہے گی، بلکہ ایک طرح سے ان کی اہمیت دوچند ہو جائے گی۔ مراد کا مطلب یہ بھی نہیں کہ لفظ کا گذشتہ معنی اب منسوخ ہو گیا...... پہلے معنی ہی سے تو سلسلۂ معانی آگے بڑھے گا۔ جس طرح ایک پودے کی کونپلیں پھوٹنے اور نئی نئی شاخیں نکلنے سے پودے کی قوت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، بعینہٖ مراد اُردو زبان و ادب کے سرمائے میں اضافے کا موجب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس بات کی توثیق پروفیسر خلیل صدیقی کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے وِھٹنی وِلیم ڈوائیٹ Whitney William Dwight(۱۸۲۷ء۔۱۸۹۴ء) کی ایک رائے کی وضاحت میں لکھی ہے:

''الفاظ کے تحقیقی مطالعے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ الفاظ کے اجزا وعناصر کے بیچ سے نئی نئی کونپلیں پھوٹتی اور وقت کے ساتھ ساتھ بارآور ہوتی ہیں۔ ان کے اشتقاق ،تصرف،تغیر، حذف یا ان کی تخفیف و تنسیخ سے نت نئے الفاظ وجود میں آتے اور سرمایۂ زبان میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔(۵)''

لسانی ارتقا کی وجہ سے تخلیقی ادب میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں انھیں ڈاکٹر عطش درانی نے بھی نشان زد کیا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''اُردو شعر و ادب میں ایسی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں جن سے پاکستانی اُردو کے اس اصول ''معیار سے انحراف'' کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ معیار سے یہ انحراف معنویاتی اور قواعدی دونوں طرح سے ہو رہا ہے۔(۶)''

مذکورہ دونوں اقتباسات کے لُبِ لباب کو ''زبان کی توسیع'' پر محمول کرنا چاہیے۔ دراصل بین السطور بتایا یہ جا رہا ہے کہ اب قدیم معیارِ اُردو کا چھلکا تڑخ چکا ہے اور برآمد ہونے والا نیا ذہن اب نئے نئے معیارات بنائے گا۔ اس طرح

زبان کی توسیع کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور اُردو کے ابلاغ میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہے گا۔ لفظ و معنی کے ارتقا کے ضمن میں ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ کا ذیل کا اعتراض دیدنی ہے:

''جتنی فرہنگیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں عام طور پر ایسا کیا گیا ہے کہ متن میں سے لفظ لے کر کسی لُغت میں سے اس کے معانی لکھ دیے جاتے ہیں۔ یہ کوشش نہیں کی جاتی کہ تخلیق کار نے لفظ کو جن نئے معنوں میں استعمال کیا ہے وہ معنی لکھے جائیں اور بتایا جائے کہ اس سے مراد کیا ہے۔۔۔مراد دراصل معنی کے وہ چشمے ہیں جو مل کر ایک بڑے دریا کا روپ دھار لیتے ہیں۔(۷)''

اگرچہ محاورہ بہ نسبت مراد کے، ایک قدیم اصطلاح ہے اور متقدمین ہی سے اس کا شمار مجازی معنوں میں چلا آرہا ہے تاہم تحقیق یہ بتاتی ہے کہ محاورے کا مراد سے بھی چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس تعلق کو سمجھنے سے پہلے محاورے کے مروجہ مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ چناں چہ اس کی تعریف میں ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ لکھتے ہیں:

''محاورہ وہ کلامِ مجاز ہے جس میں ایک فعل یا ایک حرفِ ربط ہو اور ایک دوسرے کے مشابہ نہ بتایا جائے۔ جیسے: نواز نے بہت پاپڑ بیلے یعنی مصیبت اٹھائی۔(۸)''

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اس کی تعریف میں یوں رقم طراز ہیں:

''علمانے محاورے کی تعریف یہ کی ہے کہ محاورہ کم سے کم دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے۔ برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے اس بات پر صحیح زور دیا ہے کہ اکثر محاوروں کی بنیاد استعارے پر نہیں بلکہ تمثیل پر ہوتی ہے۔ مثلاً: تین پانچ کرنا۔(۹)''

اس کی وضاحت رشید حسن خاں نے ان الفاظ میں کی ہے:

''روزمرہ کی طرح محاورے کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے۔ محاورے میں مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں...خیال رکھنے کی بات یہ ہے کہ محاورے کو اسی طرح استعمال کیا جائے جس طرح وہ مستعمل رہا ہے۔ اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کی جائے۔(۱۰)''

گویا ایک محاورے کے معروف مجازی معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ کم از کم دو لفظوں پر مشتمل ہو، اور اُن میں سے ایک فعل ضرور ہو لیکن سوال یہ ہے کہ ابتداً محاورہ کس طرح وجود میں آتا ہے؟ اور اس کے لیے مجازی معنی کا تعین کس طرح کیا جاتا ہے؟......ایک بات تو طے ہے کہ کوئی مفرد یا مرکب لفظ اس وقت تک محاورہ کہلانے کا حق دار نہیں، جب تک وہ زبان زدِ عام

نہ ہو جائے۔ اس کے لیے اسے کسی تخلیقی سرگرمی سے گزرنا ضروری ہے..... تو ماننا پڑے گا کہ ایک محاورے کی بنیاد مراد پر ہوتی ہے۔ دراصل مراد وہ مجازی خام مال ہے جسے ایک لسانی نقاد پہلی دفعہ نشان زد کرتا ہے اور جب کوئی مراد زبان زدِ عام ہو جائے تو وہ محاورے کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہاں یہ اعتراض بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ کسی سماجی سچائی یا رونما ہونے والے کسی مشہور واقعے کی وجہ سے ممکن ہے کوئی محاورہ تحریری گرفت میں آنے سے قبل ہی زبان زدِ عام رہا ہو۔ کیوں کہ بول چال کی زبان کو تو بہر حال تحریری زبان پر فوقیت حاصل ہے۔ جیسا کہ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے لکھا ہے:

''جو بول سننے اور بولنے میں آتے ہیں اُن کو اُن اشکال پر جو لکھنے اور پڑھنے میں استعمال ہوتی ہیں تقدیم اور فوقیت حاصل ہے۔ (۱۱)''

اس اعتراض کی یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ تحریری گرفت میں آنے سے قبل جو محاورہ زبان زدِ عام تھا، وہ محاورہ نہیں دراصل مراد ہی کی ایک شکل تھی تاہم ایک تخلیق کار نے اسے تحریری گرفت میں لا کر سندِ توثیق فراہم کر دی۔ ایسے بہت سے مجازی الفاظ ہو سکتے ہیں جو صرف بول چال تک محدود رہتے ہوں لیکن کسی تحریر کی زینت نہیں بن سکتے، صرف اس لیے کہ کسی تخلیق کار کا ذوقِ سلیم انھیں سندِ توثیق ہی فراہم نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ محاورے کی زندگی کا آغاز تو تخلیقی متن سے بھی آگے ہوتا ہے۔ بہ قول مولوی عبدالحق: ''تحریری لفظ جامد اور بے حس ہیں اور جب تک کوئی ان میں اپنے دماغی عمل سے روح نہ پھونکے یہ مردہ رہیں گے (۱۲)'' یعنی جب تک کوئی لسانی ماہر اپنے ذوقِ تحقیق سے اسے نشان زد کر کے مراد کی فہرست میں شامل نہ کر لے وہ زندگی سے محروم رہتا ہے۔

یہ سوال ابھی لاینحل ہے کہ آیا وہی محاورہ تخلیقی متن کی زینت بنے گا جو عام بول چال کا حصہ رہا ہو؟ ایک تخلیق کار کے ذوقِ سلیم کا مطلب دراصل یہ ہے کہ وہ عام بول چال کی زبان، اپنے مطالعات، برقی ذرائع ابلاغ کے مشاہدات اور اپنے تخلیقی تجربے کے امتزاج سے کسی مفرد یا مرکب لفظ کو مجازی معنی کے لیے منتخب کرتا ہے۔ یہاں علاقائی اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بعض علاقوں کی عام بول چال کے مراد دوسرے علاقوں میں بوجوہ زیادہ معروف نہیں ہو پاتے۔ کراچی ہی کی مثال لے لیجیے..... وہاں ایک مراد ''ٹوپی پہنانا'' بہت معروف ہے اور اس کا معنی ہے: ''کسی کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے بے وقوف بنا کر اپنا مطلب نکالنا''، صرف ''بے وقوف بنانا'' بھی کہہ سکتے ہیں لیکن پنجاب کے ادبی حلقوں میں شاید ''ٹوپی پہنانا'' کا یہ معنی اتنا معروف نہ ہو۔ بالفرض اگر کوئی تخلیق کار اپنے تخلیقی فن پارے میں ''ٹوپی پہنانا'' کو مجازی معنی کے طور پر استعمال کرتا ہے تو گویا اس نے اِسے مراد کی فرہنگ میں شامل کر کے محاورے کے لیے بنیاد فراہم کر دی۔ الحاصل؛ محاورے کی تعریف میں کسی تحریری سندِ توثیق کو بھی بنیادی شرط قرار دینا چاہیے۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ ہی کا ایک قول بہ طور دلیل پیش کیا جا رہا ہے:

''اگر ہم محاورے کے دو ٹکڑے کریں، فعل اور بیانیہ کو الگ الگ دیکھیں تو بعض اوقات دونوں مرادی معنی دے رہے ہوتے ہیں۔(۱۳)''

رہا یہ سوال کہ آیا محاورے میں ایک فعل ہی کا آنا لازم ہے؟ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف نے اس کی تعریف میں لکھا ہے تو اس کی توضیح یوں ہو سکتی ہے کہ جوں جوں مراد فعلی اور مراد بیانیہ کی ضمنی اقسام اپنے مجازی معنوں میں زبان زدِ عام ہوتی رہیں گی توں توں وہ محاورے کے دائرۂ شمار میں داخل ہوتی جائیں گی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا یہ اقتباس لائقِ توجہ ہے:

''اگرچہ ہمارے علما نے مرکب افعال کو محاوروں میں شامل نہیں کیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ دو آزاد فعلیہ اجزا سے مل کر بننے والے مرکب افعال دراصل ایک طرح کے محاورے ہیں جو کثرتِ استعمال سے خاص معنی دینے لگتے ہیں۔(۱۴)''

چوں کہ اُردو زبان کا ہر قاعدہ ایک مقصد کے تحت وجود میں آتا ہے، اس لیے یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ جب ایک منطقی حد تک قواعدِ اُردو وضع ہو چکے ہیں تو مراد کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟...... اور یہ کہ اسے قواعد کے کس خاندان میں ایڈ جسٹ کیا جائے؟ اگرچہ ان سوالوں کے جوابات زیادہ بہتر طریقے سے قواعد نگار ماہرین ہی دے سکتے ہیں تاہم ضمناً عرض ہے کہ مراد کا بنیادی مقصد معانی کا ابلاغ ہے اور چوں کہ مراد سے مجازی معنی ہی نشان زد ہوتا ہے، اس لیے اسے علمِ بیان کے تحت ہی دیکھنا چاہیے۔ بہ قول سید عابد علی عابد: ''بیان جو مجاز کا دوسرا نام ہے، الفاظ کے غیر لغوی معانی سے بحث کرتا ہے۔(۱۵)''

چناں چہ مرادِ اُردو کا وہ قاعدہ ہے جو کسی دوسری زبان کی گرامر سے نہیں لیا گیا بلکہ یہ اُردو زبان ہی سے استخراج کیا گیا ہے جو اُردو کی ابلاغیت پر دال ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک لفظ کے معنی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور یہ کیسے اپنی روشنی بکھیرتا ہے؟ یوسف حسین خان کے قول کے مطابق: ''الفاظ میں ایک جوہری قوت پوشیدہ ہوتی ہے(۱۶)'' درحقیقت یہ جوہری قوت ہی سلسلۂ معانی کی پرداخت کرتی ہے۔ جوہر کی یہ قوت کبھی بھی الفاظ سے یک مشت برآمد نہیں ہوتی اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔ کسی لفظ کے جو معنی سب سے پہلے متعین ہوئے، جسے عرفِ عام میں ''لغوی معنی'' سے موسوم کیا جاتا ہے، اصل میں وہ لفظ کی جوہری قوت کا ایک پرت تھا جس کے قبولِ عام ہو جانے کے بعد معنی کی دوسری پرت بیدار ہوئی اور اپنے اظہار کے لیے کسی فنی تحریر کا نرم گوشہ تکنے لگی تا آں کہ کسی فن کار نے اسے اچک لیا۔ معانی کا یہ سلسلہ رکنے والا نہیں بلکہ زبان کے ارتقا کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

لفظ کے سلسلۂ معانی کو ایک ایٹم کی مثال سے بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ پہلے پہل ایٹم کائنات کا سب سے چھوٹا

ذرہ خیال کیا جاتا تھا۔ گویا اس کا ایک ہی مفہوم تھا لیکن جب اس کا باطن ٹٹولا گیا تو اس سے الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران کی نئی پرتیں دریافت ہو گئیں۔ اس طرح ایک ایٹم کے مفہوم میں توسیع ہو گئی۔ بعد ازاں ایٹم کی مزید پرتیں بھی دریافت ہوئیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ایٹم کی اور بھی پرتیں ہیں لیکن ان کی شناخت کے لیے اب سائنس دانوں کے پاس کوئی پیمانہ نہیں۔ لفظ بھی اسی طرح اپنے اندر معانی کی بے شمار جوہری پرتیں رکھتا ہے...... یوں دیکھا جائے تو لفظ کے اصلی اور مجازی معانی کی تقسیم ہی بے معنی ہے...... فرض کریں؛ کوئی لفظ، اصلی معنی رکھتا ہے تو اصولاً وہ ایک ہی ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں۔ کسی بھی زبان کی فرہنگ اٹھا کر دیکھ لیجیے؛ ایک ایک لفظ کے تحت دس دس معانی دیے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اب تک اس لفظ کی دس پرتیں اپنا تخلیقی اظہار کر چکی ہیں تاہم گنجینۂ معنی کے اس طلسم کی ابھی بہت سی کرشمہ سازیاں باقی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک لفظ کے سلسلۂ معانی کی جس پرت نے سب سے پہلے روشنی پھیلائی، لغت نگاروں نے فرہنگ مرتب کرتے ہوئے اس کا وہی معنی لکھ دیا۔ چناں چہ وہ معنی اس وقت تک اپنی اصل صورت ہی میں معروف رہا جب تک کوئی دوسری فرہنگ مرتب نہ ہوئی۔ دوسری فرہنگ میں پہلے معنی کے ساتھ ساتھ وہ معانی بھی لکھ دیے گئے جو درمیانی عرصے میں اپنا تخلیقی اظہار کر چکے تھے۔ یہاں ایک اہم سوال قابلِ توجہ ہے کہ کوئی تخلیق کار لفظوں کے نئے معنی کیسے تراشتا ہے؟...... سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

> ''مطالب کے اظہار و ابلاغ کے لیے مختلف علوم پرانے الفاظ کو ایسے معانی پہنا دیتے ہیں کہ وہ اس علم کی خاص اصطلاح بن جاتے ہیں اور اس میں لغوی معانی سے کہیں زیادہ وسعت اور نئی دلالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔(۱۷)''

اسے یوں بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہر لفظ میں معانی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں۔ فن کار تو کسی لفظ کو ایک خاص ماحول میں رکھتا ہے اور معانی ہیں کہ نکلتے چلے جاتے ہیں۔ بہ قول غالبؔ:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ مِرے اشعار میں آوے (۱۸)

اگرچہ غالبؔ نے انھی الفاظ کو گنجینۂ معنی کا طلسم قرار دیا ہے کہ جو ان کے اشعار میں آئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ غالبؔ نے تخلیق کاروں کی ایک طرح سے نمائندگی کی ہے یا یوں کہیے کہ غالبؔ نے تخلیق کاروں کو یہ ترغیب دی ہے کہ لفظوں کے نئے نئے معانی اجاگر کیے جائیں۔ یہاں سوال یہ ہے کہ گنجینۂ معنی کا یہ طلسم ٹوٹتا کب ہے؟...... اور کون اسے توڑتا ہے؟...... یہی سوال اس مقالے کی بنیاد ہے۔ گنجینۂ معنی کا طلسم توڑنے کے لیے نقاد اور لسانی ماہر اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ معنی کی نئی نئی پرتیں جو فن پارے میں جگمگا رہی ہوتی ہیں، ایک ماہرِ لسان ہی انھیں نشان زد کرتا ہے، تاکہ نئے سلسلۂ

معنی کا ابلاغ ہوتا رہے۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے بڑی خوب صورت بات کہی: ''جس طرح ہر شے کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اسی طرح الفاظ کا بھی ظاہر و باطن ہوتا ہے۔۔۔اور الفاظ کا باطن اس کا مفہوم اور معنی ہیں (۱۹)''

مفرد لفظ کے باطن میں اتر کر معنی کے نئے موتی تلاشنا ایک بڑا تخلیقی فن ہے۔ جو شخص، اس فن میں جتنی مہارت رکھتا ہے، وہ اتنا ہی بڑا تخلیق کار ہے لیکن یہ ہر کسی کے بس میں نہیں۔ صاحبِ مرأت الشعر مولانا عبدالرحمان نے بھی یہاں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے: ''کہتے ہیں کہ معنی کلام کی روح ہے۔ روح خدا جانے کتنی لطیف ہوگی؟'' (۲۰)، چناں چہ جس طرح روح کی لطافت کا ادراک مشکل ہے، اسی طرح معنی کا احاطہ بھی مشکل ہے۔

بہر کیف سر راہ اگر دیکھا جائے تو علامہ اقبال ایسا معانی شناس بھی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اقبال سے پہلے لفظ ''خودی'' کا ایک محدود معنی تھا لیکن اس کے باطن سے جو معانی اقبال نے دریافت کیے وہ کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ تو ایک مثال ہے ورنہ اقبال کی معانی شناسی کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اقبال تو ترغیب ہی اس کی دیتے رہے......ع

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

لفظوں سے نئے معانی کشید نے کے لیے تخلیق کار مفردات کے علاوہ مرکبات کا سہارا بھی لیتا ہے اور یہی موضوع دراصل اس مقالے کا عنوان ہے۔ اس ضمن میں سید عابد علی عابد نے بڑی معنی خیز مثال دی ہے:

> ''جس طرح کیمیا میں مختلف اجزا کی آمیزش سے ایک نئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً؛ ہائیڈروجن اور آکسیجن کے امتزاج سے پانی، اسی طرح مفردات کے امتزاج سے تراکیب کے دونوں اجزا ایک قسم کی نئی جوہری قوت حاصل کرتے ہیں۔ چناں چہ جس مفہوم کو مفردات کے ذریعے ادا نہیں کیا جا سکتا وہ مرکبات کے ذریعے بہ وجہِ احسن قاری کے ذہن تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ (۲۱)''

اب آتے ہیں ضیاء النبی کے لسانی جائزے کی طرف۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات شدت سے محسوس کی جا سکتی ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی تخلیقی نثر میں ایسے ان گنت الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مجازی معنوں کی بہت سی کرنیں پھوٹتی دکھائی دیتی ہیں......کہیں مراد گنجینۂ معنی کا طلسم بنا کھڑا ہے......کہیں محاورہ معنی کی جوہری قوت کے ساتھ براجمان ہے تو کہیں استعارہ معنی کی فسوں کاری کے ساتھ عیاں ہے۔ کتبِ لُغات اور قواعد کی کتابوں میں محاوروں کے جو معانی دیے گئے ہیں وہ مشکل ہی سے ذہن نشین رہتے ہیں، اگرچہ مثالوں میں شعری نمونوں کا سہارا بھی لیا گیا ہے تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ تخلیقی نثر سے بھی مثالیں مہیا کی جائیں تا کہ دورِ حاضر میں ادبا کے ساتھ ساتھ فنی تعلیم سے

وابستہ وہ طلبہ بھی زبانِ اُردو سے کماحقہٗ استفادہ کرسکیں جو شعر وشاعری کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے اور یہ خیال حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے کہ ''اُردو؛ جدید علوم کا ذریعۂ تعلیم نہیں بن سکتی۔''

اس اہم لسانی خلا کو پُر کرنے کے لیے ضیاء النبی کی تخلیقی نثر سے مراد اور محاوروں کی نشان دہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ضیاء النبی کی تخلیقی نثر کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک؛ تحقیقی نثر......اور دوسری؛ تخلیقی نثر۔ تحقیقی نثر کا اسلوب سادگی پر مبنی ہے جو اس کا متقاضی بھی ہے جب کہ تخلیقی نثر میں گویا اسلوب کی تمام رعنائیاں سمیٹ دی گئی ہیں۔پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنے مطالعات و مشاہدات اور عام بولی کے امتزاج سے جن نئے سلسلۂ معانی کا التزام اپنی تخلیقی نثر میں کیا ہے،انھیں مختصر مثالوں سے مرتب کرنا،یقیناً اُردو زبان کی ترقی اور اس کے لسانی ارتقا میں اہم ثابت ہوسکتا ہے اور اسے جدید اُردو لغات مرتب کرنے میں ایک مہمیز بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ نے اُردو کی اس لسانی جہت کی طرف توجہ ان الفاظ میں دلائی ہے:

> ''اُردو ادب میں ضرورت اس امر کی ہے کہ الفاظ کے وہ معنی تلاش کیے جائیں جو لغات میں موجود نہیں۔اس کے لیے ضروری ہے کہ ادبی متون کی فرہنگیں تیار کی جائیں جو نئی لغت سازی میں معنی کے ان لامحدود امکانات کو شمولیت کی دعوت دیں گی جو زبان کی ترقی میں ایک سنگِ میل ثابت ہوگا۔(۲۲)''

اس مقالے میں صرف محاورے اور مراد سے متعلق،سیاقِ کلام کے حوالے سے معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔ نثری مثالوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بین السطور تہذیبی،سماجی،مذہبی،ثقافتی،سیاسی،عسکری اور معاشی قسم کے تمام وہ پہلو جس کے سانچے میں مراد یا محاورے کے کینڈے کو ڈھلنے اور پکنے کا موقع ملا،زیادہ واضح ہوسکیں گے۔معنی کی وضاحت کے لیے نثری مثال کیوں ضروری ہے؟اس سلسلے میں پروفیسر خلیل صدیقی نے وھٹنی وِلیم ڈوائیٹ کے حوالے سے بڑی پُر مغز بات لکھی ہے۔چناں چہ وہ رقم طراز ہیں:

> ''سیاقِ کلام کو مدِنظر رکھے بغیر لفظ کے صحیح معنی کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔وھٹنی کے الفاظ میں 'ہر لفظ گویا تصویر کی ایک لکیر ہے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے تصویر کی تمام لکیروں سے اس کے تعلق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔(۲۳)''

بہ خوفِ طوالت،یہاں نمونے کے لیے مراد کی چند مثالوں ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔شائقین قُرّا،مزید مطالعے کے لیے ایم فِل اُردو کے اصل مقالے سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کی لائبریری میں ''ضیاء النبی کا لسانی جائزہ'' کے نام سے موجود ہے۔

مفرد مراد فعلی:

مفرد مراد فعلی مطلق:

کھینچنا؛ مراد: مائل کرنا: ''اس کی عام فہم اور سادہ تعلیمات نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور بڑے قلیل عرصہ میں اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔'' (ج:۱،ص:۲۳۶)

مفرد مراد فعلی واحد اسمی:

برانگیختہ کرنا؛ مراد: ظلم پر آمادہ کرنا: ''اپنی قومی برتری کا یہ جنون مختلف طالع آزما لوگوں کو مختلف اوقات میں برانگیختہ کرتا رہا اور وہ اپنی سیادت و برتری کا سکہ جمانے کے خبط میں انسانیت کو مصیبتوں اور ہلاکتوں کے شعلوں میں جھونکتے رہے۔'' (ج:۱،ص:۱۱۴)

پھڑک اٹھنا؛ مراد: دل پر اثر لینا: ''اللہ کریم نے اپنے رؤف رحیم نبی کے اجداد کو جمال صورت، حسنِ صوت کے ساتھ فہم و فراست کا وہ بے پایاں ملکہ عطا فرمایا تھا جسے دیکھ کر زمانے کے دانش ور پھڑک اٹھتے تھے۔'' (ج:۱،ص:۴۰۸)

مفرد مراد فعلی واحد اسمی انکاری:

ہم سر نہ سمجھنا؛ مراد: مغرور ہونا: ''......لیکن علم و فضل اور فلسفہ و حکمت میں اب بھی وہ کسی کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتا تھا۔'' (ج:۱،ص:۳۳)

بوجھ خیال نہ کرنا؛ مراد: بہ خوشی عمل کرنا: ''احکامِ شریعت کی پابندی کو وہ ناگوار بوجھ خیال نہیں کرتے تھے۔'' (ج:۱،ص:۴۸۲)

مفرد مراد فعلی جمع اسمی (ایک ہی اسم کی جمع):

چڑھاوے چڑھانا؛ مراد: منت پوری کرنا: ''......شاہانِ ساسانی تکلیف و مصیبت کے وقت اس آتش کدے کی زیارت کے لیے جایا کرتے اور وہاں نہایت فیاضی کے ساتھ زر و مال کے چڑھاوے چڑھاتے تھے۔'' (ج:۱،ص:۵۲)

دھجیاں بکھیرنا؛ مراد: ذلیل و رسوا کرنا: ''باطل معبودوں کی پرستش میں اپنا قیمت وقت بھی برباد کیا کرتے اور اپنے شرفِ انسانیت کی قبا کی دھجیاں بھی بکھیرا کرتے۔'' (ج:۱،ص:۲۶۶)

مونچھیں بھیگنا؛ مراد: بالغ ہونا: ''عمیلہ اس وقت نوجوان تھا ابھی اس کی مونچھیں بھیگ رہی تھیں۔'' (ج:۱،ص:۲۹۱)

مہاریں تڑانا؛ مراد: بے قابو ہونا: ''اونٹ یہ دیکھ کر بدک پڑے اور اپنی مہاریں تڑا کر جدھر کسی کا منہ آیا ادھر بھاگ گیا۔'' (ص:۳۲۴)

مفرد مرادفعلی جمع اسما (ایک سے زیادہ اسم مع ایک فعل):

خلیج حائل ہونا؛ مراد: رابطہ نہ ہونا: ''رومی سلطنت کی تمام ریاستوں میں امیروں اور غریبوں کے درمیان وسیع خلیج حائل تھی۔'' (ج:۱،ص:۱۳۴)

توجہ مبذول کرنا؛ مراد: اہمیت دینا: ''پہلے چھوٹے طبقوں کو وہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تھے، اب انھوں نے اپنی توجہ ان کی طرف مبذول کی۔'' (ج:۱،ص:۲۰۵)

قویٰ مضمحل ہونا؛ مراد: کم زوری پیدا ہونا: ''جب عمریں ڈھلتی ہیں قویٰ مضمحل ہونے لگتے ہیں۔'' (ج:۱،ص:۲۴۰) (نوٹ: اس جملے نے کہاوت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ (راقم)

مفرد مرادفعلی لاحقی:

اجارہ دار سمجھنا؛ مراد: دعویدار بننا: ''ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو ملحد اور کافر کہتا تھا اور صرف اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دینِ حق کا اجارہ دار سمجھتا تھا۔'' (ج:۱،ص:۳۰)

تخت نشین ہونا؛ مراد: بادشاہ بننا: ''نوشیروان جب تخت نشین ہوا تو اس نے بزرجمہر کو جو اس کے لڑکے کا اتالیق تھا اپنا وزیر بنایا۔'' (ج:۱،ص:۸۶)

باج گزار بننا؛ مراد: حقِ بادشاہی تسلیم کرنا: ''عظیم فاتح نے مقدونیہ کی چھوٹی سی ریاست کو وہ عروج بخشا کہ یونان کی تمام چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں اس کی باج گزار بن گئیں۔'' (ج:۱،ص:۱۰۴)

بیخ کنی کرنا؛ مراد: نا قابلِ عمل قرار دینا: ''اسلام نے دوسری خرافات کی طرح اس توہم پرستی کی بھی بیخ کنی کر دی۔'' (ص:۱۵۱ ۳)

مفرد مرادفعلی سابقی:

ہم رکاب ہونا؛ مراد: ساتھ ساتھ رہنا: ''اس سے کہیں زیادہ سپاہی ہلکے ہتھیاروں کے ساتھ باڈی گارڈ کے طور پر اس کے ہم رکاب ہوتے تھے۔'' (ج:۱،ص:۵۹)

ہم کنار کرنا؛ مراد: مہیا کرنا: ''وہ اپنے انسانی معاشرہ کو راحت و شادمانی سے ہم کنار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزین کر سکتے ہیں۔'' (ج:۱،ص:۲۳۶)

مفرد مرادفعلی صفتی:

مقناطیسی کشش بخشنا؛ مراد: روحانی تسکین کا بندوبست کرنا: ''اس علاقے کو ایسی بے پایاں مقناطیسی کشش بخش دی جاتی ہے کہ شرق و غرب میں بسنے والے اربابِ قلوبِ سلیمہ کھنچے چلے آتے ہیں۔'' (ج:۱،ص:۳۰۷)

صحیفۂ اوّل ثابت ہونا؛ مراد: مذہب کی بنیاد بننا: ''لاؤزو نے ایک کتاب لکھی جو پانچ ہزار کرداروں پر مشتمل تھی یہی ٹاؤس مذہب کا صحیفۂ اوّل ثابت ہوا۔'' (ج:۱،ص:۲۳۸)

مرکب مرادِ فعلی:

مرکب مرادِ فعلی عطفی:

نان ونفقہ دینا؛ مراد: زندگی گزارنے کے تمام اسباب مہیا کرنا: ''خاوند پر لازم تھا کہ اپنی بیاہتا بیوی کو عمر بھر نان و نفقہ دے۔'' (ج:۱،ص:۸۰)

تاخت وتاراج کرنا؛ مراد: مال واسباب لوٹنا: ''خسرو پرویز نے بیت المقدس کو تاخت وتاراج کرنے کے بعد فلسطین اور شام پر قبضہ کرلیا۔'' (ج:۱،ص:۱۵۱)

بودوباش اختیار کرنا؛ مراد: تہذیبی عوامل قبول کرنا: ''ہندوستان میں بودوباش اختیار کرنے کے بعد انھوں نے اپنے مُردوں کو نذرِ آتش کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔'' (ج:۱،ص:۲۰۱)

مرکب مرادِ فعلی مع حرفِ اضافت:

مظاہر پرستی کا شکار ہونا؛ مراد: عقیدۂ توحید ورسالت سے بے بہرہ ہونا: ''آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی'' (ج:۱،ص:۳۸)

مذہبی رواداری کا ثبوت دینا؛ مراد: دوسروں کے مذہبی معاملات میں مخل نہ ہونا: ''یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ساسانی بادشاہوں نے ابتدا میں مذہبی رواداری کا ثبوت دیا۔'' (ج:۱،ص:۵۵)

شاعری کی حس بیدار ہونا؛ مراد: طبیعت موزوں ہونا: ''یہ شعر سن کر اس کی شاعری کی حس بھی بیدار ہوئی اور اس نے فی البدیہہ جواباً شعر کہا۔'' (ج:۱،ص:۲۹۱)

مرکب مرادِ فعلی مع علاماتِ اضافت:

کمرِ ہمت باندھنا؛ مراد: پختہ ارادہ کرنا: ''رعایا کو آرام پہنچانے کے لیے اس نے کمرِ ہمت باندھی۔ لوگوں کو عطیات دینے......اور دوسرے کاموں میں دن رات مصروف رہنے لگا۔'' (ج:۱،ص:۱۹۶)

سریرآرائے مملکت ہونا؛ مراد: حکمران بننا: ''عَمر وبن عدی جو جُزیمہ الابرش کے بعد سریرآرائے مملکت ہوا'' (ج:۱،ص:۲۷۷)

ردائے نور پہنانا؛ مراد: روشنی عطا کرنا: ''میرا خدا تو وہ ہے جو ان تمام انوار کے سرچشموں کو پیدا کرنے والا اور ان کو ردائے نور پہنانے والا ہے۔'' (ج:۱،ص:۳۷۶)

افسردۂ خاطر ہونا؛ مراد: متجسس ہونا: ''غریب الوطنی کا طعنہ...... سن کر آپ کو بڑا دکھ ہوا اور افسردہ خاطر ہو کر اپنی ماں کے پاس آئے۔'' (ج:۱،ص:۴۲۲)

مرکب مرادفعلی عطفی مع حرفِ اضافت اور علامتِ اضافت:

لذتِ کام ودہن کا سامان کرنا؛ مراد: خوب سیر ہو کر کھانا: ''...... یہ خیال کرتے کہ اس لذیذ کھانے کا روحانی حصہ اس بت نے کھالیا ہے، باقی اس کے پجاری بہ طور تبرک اس سے لذتِ کام ودہن کا سامان کرتے۔'' (ج:۱،ص:۱۸۸)

مرکب مرادفعلی مع حرفِ جر ''سے'':

نکتہ سنجیوں سے کام لینا؛ مراد: حد درجہ تکلفات میں پڑنا: ''تعیّشات اور سامانِ آرائش کی وہ بہتات تھی اور اس میں ان باریکیوں اور نکتہ سنجیوں سے کام لیا جاتا تھا کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔'' (ج:۱،ص:۸۷)

مصلحت اندیشی سے کام لینا؛ مراد: ہنگاموں سے بچنا: ''چناں چہ انھوں نے بہت جلد حقوق کا مطالبہ کر دیا۔ رومیوں نے مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے عوامی نمائندوں کے مطالبات تسلیم کر لیے۔'' (ج:۱،ص:۱۳۲)

مرکب مرادفعلی مع اضافت اور حرفِ جر ''سے'':

پنجۂ استبداد سے نجات دلانا؛ مراد: ظلم سے بچانا: ''قیصر نے وہاں کے گورنر کو حکم دیا کہ وہ یمن پر حملہ کرے اور...... وہاں کے ظالم حکم ران کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائے۔'' (ج:۱،ص:۳۷۲)

جادۂ حق سے قدم پھسلنا؛ مراد: نفسانی خواہشات کا اسیر ہونا: ''جادۂ حق سے ان کے قدم ایسے پھسلے کہ پھر ان کی کوئی خوبی ان کو قعرِ مذلت میں گرنے سے نہ بچاسکی۔'' (ج:۱،ص:۳۱۳)

مرکب مرادفعلی عطفی مع اضافت اور حرفِ جر ''سے'':

سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال کرنا؛ مراد: دنیا کے دکھوں سے نجات دینا: ''آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی اس شاہانہ شان وشوکت کو...... چھوڑ کر کسی ایسے کامل کی تلاش میں نکلے جو اسے اس جوگی کی طرح ہر قسم کے تفکرات اور آلام و مصائب سے نجات دلا کر سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال کر دے۔'' (ج:۱،ص:۲۱۰)

مرکب مرادفعلی مع حرفِ جر ''میں'':

اتھاہ اندھیروں میں غرق ہونا؛ مراد: جہالت کی انتہائی سطح پر ہونا: ''...... اس کا بیش تر حصہ اس وقت بھی جہالت، بربریت اور وحشت کے اتھاہ اندھیروں میں غرق تھا۔'' (ج:۱،ص:۳۳)

چنگل میں پھنسنا؛ مراد: مغلوب ہونا: ''اس کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو ایک موذی اور انتہائی تکلیف دہ بیماری کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا اور کراہ رہا تھا۔'' (ج:۱،ص:۲۰۹)

مرکب مرادفعلی مع اضافت اور حرفِ جر ''میں'':

میدانِ عمل میں نکلنا؛ مراد: تحریک چلانا: ''دونوں ویدوں کی حاکمانہ حیثیت اور برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری کو ختم کرنے کے لیے میدانِ عمل میں نکلے تھے۔'' (ج:۱،ص:۲۰۷)

اُفق کے اندھیروں میں گم ہونا؛ مراد: غروب ہونا: ''جب چند گھنٹے اپنی ضیا پاشیوں کی بہار دکھانے کے بعد وہ (سورج) بھی اُفق کے اندھیروں میں گم ہو گیا تو آپ نے پورے یقین سے اس کی خدائی کا انکار کر دیا۔'' (ج:۱،ص:۳۷۶)

مرکب مرادفعلی مع حرفِ جر ''بہ'':

مالی اعانت بہم پہنچانا؛ مراد: ضرورت کے مطابق فنڈ دینا: ''یزد جرد اوّل (۳۹۹ء تا ۴۲۰ء) نے عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی اور ازسرِ نو گرجے تعمیر کرنے میں انھیں مالی اعانت بہم پہنچائی۔'' (ج:۱،ص:۵۵)

بصد ادب عرض کرنا؛ مراد: نرمی سے جواب دینا: ''سب بیٹوں نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے سر جھکا دیے اور بصد ادب عرض کیا۔'' (ج:۱،ص:۴۵۷)

مرکب مرادفعلی مع اضافت اور حرفِ جر ''پر'':

لوحِ قلب پر ثبت کرنا؛ مراد: بہ طور عقیدہ رائج کرنا: ''ساسان کے ہر بادشاہ نے اپنی رعایا کے لوحِ قلب پر اس امر کو ثبت کرنے کی کوشش کی کہ اس کے سر پر جو تاجِ شاہی ہے براہِ راست خداوندِ عالم نے اسے پہنایا ہے۔'' (ج:۱،ص:۶۰)

تختِ شاہی پر جلوس کرنا؛ مراد: حکم ران بننا: ''نو سلاطین نے تختِ شاہی پر جلوس کیا۔'' (ج:۱،ص:۲۵۲)

سیاسی مفاد پر زد پڑنا؛ مراد: حکومت خطرے میں ہونا: ''ان کے ہاں 'بت پرستی' اگر عقیدہ کا مسئلہ ہوتا تو اس روز کے بعد شاید ان میں سے کوئی ایک بھی ان بتوں کو خدا ماننے کے لیے تیار نہ ہوتا لیکن یہاں نمرود کے سیاسی مفاد پر زد پڑ رہی تھی۔'' (ص:۳۷۹)

مرکب مرادفعلی مع اضافت اور حرفِ جر ''کو'':

داعیِ اجل کو لبیک کہنا؛ مراد: فوت ہونا: ''ایک بادشاہ کے بعد جب دوسرا بادشاہ داعیِ اجل کو لبیک کہتا تو اس کے ساتھ بھی ان بے بس غلاموں کا ایک گروہ ہلاکت کے منہ میں دھکیل دیا جاتا۔'' (ج:۱،ص:۱۵۷)

دائرۂ کار کو وسیع کرنا؛ مراد: کاروبار کے نئے مواقع تلاش کرنا: ''ان کی ساری توجہ اپنی تجارت کو ترقی دینے، اس کے دائرۂ کار کو وسیع کرنے پر مرکوز رہی۔'' (ج:۱،ص:۲۶۴)

مرکب مرادفعلی مع حروفِ جر''کر، پر، تک، ساتھ'':

بڑھ چڑھ کر مذمت کرنا؛ مراد: ناقابلِ عمل قرار دینا: ''اسی بنا پر کنفیوشس کے پیروؤں نے اس کی بڑھ چڑھ کر مذمت کی۔'' (ج:۱،ص:۲۳۹)

حقانیت پر ایمان لانا؛ مراد: مسلمان ہونا: ''جب داعیِ دینِ حق کی حقانیت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ دل و نگاہ بھی اس داعی کے کمال و جمال پر نثار ہو جانے کے شوق سے معمور ہوں'' (ج:۱،ص:۴۸۸)

بامِ عروج تک پہنچانا؛ مراد: ترقی یافتہ بنانا: ''جہاں وہ امن و عافیت سے اپنی زندگی بسر کر سکے اور اپنی تجارت اور کاروبار کو بامِ عروج تک پہنچا سکے۔'' (ج:۱،ص:۲۶۴)

شرحِ صدر کے ساتھ پیش کرنا؛ مراد: عقلی دلائل دینا: ''......بڑے شرحِ صدر کے ساتھ جو نظریات وہ پیش کرتا ہے اس کو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر قبول کرتے جائیں......'' (ج:۱،ص:۴۸۶)

مفرد مراد بیانی:

مفرد مراد بیانی لاحقی:

تعجب انگیز؛ مراد: غیر معقول: ''ارسطو کے اپنے جذبات بھی کم تعجب انگیز نہیں وہ اپنی کتاب 'السیاست' میں نوعِ انسانی کی یوں تقسیم کرتا ہے'' (ج:۱،ص:۱۱۳)

سادہ لوح؛ مراد: ان پڑھ: ''سادہ لوح کسانوں کو طلسمی باتوں پر بڑا اعتقاد تھا۔'' (ج:۱،ص:۱۲۴)

حیاسوز؛ مراد: شرم سے عاری: ''اس کی مکمل فہرست میں ایسی چیزیں بھی ہیں جن کے ذکر سے حیا مانع ہے اور نہ اس کتاب کی شان کے شایان ہے کہ ایسی حیاسوز باتوں کا ذکر کیا جائے۔'' (ج:۱،ص:۱۹۵)

دیوانہ وار؛ مراد: خوشی کے جذبات کے ساتھ: ''اہلِ یمن کو جب پتہ چلا کہ شہنشاہِ ایران کی فوج ان کو حبشیوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے آ رہی ہے تو وہ دیوانہ وار ان کے استقبال کے لیے ساحل پر پہنچ گئے۔'' (ج:۱،ص:۲۷۵)

کفر گڑھ؛ مراد: کفار اور بت پرستوں کا علاقہ: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کفر گڑھ سے ہجرت کرنا پڑی۔'' (ص:۲۷۳)

دانش کدہ؛ مراد: اعلا تعلیمی ادارہ: ''ملکی اور غیر ملکی دانش کدوں کے فضلا......'' (ج:۱،ص:۴۸۸)

مفرد مراد بیانی سابقی:

خودناشناس؛ مراد: جاہل: ''ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کئی اور معبود بھی تھے جن کے سامنے یہ خودناشناس سجدہ

ریز ہوتے تھے۔''(ج:۱،ص:۲۶۳)

کمینہ فطرت؛ مراد: علم وحکمت کا ناقدردان: ''کچھ عرصہ بعد وہ اس وقت کے ظالم اور کمینہ فطرت حکم رانوں سے دل برداشتہ ہوگیا۔''(ج:۱،ص:۲۳۸)

کورذوق؛ مراد: جدید تقاضوں سے لاعلم: ''......اگر کوئی شخص جسارت کر کے اس کی خرافات کا پردہ چاک کرتا ہے تو اسے رجعت پسند، کورذوق اور اندھی تقلید کا خوگر کے الفاظ سے ہدفِ طعن وتشنیع بنایا جاتا ہے۔''(ج:۱،ص:۴۸۷)

مفرد مرادبیانی صفتی (''ی'' لاحقی):

مظاہر پرستی؛ مراد: کائنات کی ظاہری قوتوں کی پوجا: ''آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی۔ روشنی، شفاف آسمان، آگ، ہوائیں، حیات بخش بارشیں ان سب کی مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔''(ج:۱،ص:۳۸)

خلوت گزینی؛ مراد: دنیاداری سے دور: ''......اس کا عہدِ شباب تنہائی اور خلوت گزینی میں بسر ہوا، اس وقت وہ ہمیشہ غور وفکر میں مصروف رہتا۔''(ج:۱،ص:۳۹)

برہمن پروری؛ مراد: پیشے کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کر کے مذہبی طبقے کو افضل قرار دینا: ''کیا یہ ظلم، یہ بے انصافی، یہ برہمن پروری اور شودر کشی کی تعلیمات اس خدا کی ہوسکتی ہیں جو اس کائنات کا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔'' (ج:۱،ص:۲۰۶)

شودرکشی؛ مراد: پیشے کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کر کے خدمت گاروں کو کم تر قرار دینا: ایضاً۔(ج:۱،ص:۲۰۶)

مفرد مرادبیانی مع صفت ''ہ'' لاحقی:

طفلانہ قصہ؛ مراد: غیر تحقیقی بات، بناوٹی کہانی: ''...... یہ طفلانہ قصہ، صرف قصہ ہی نہیں تھا بلکہ عرصۂ دراز تک ایک باشوکت وجبروت قوم کا عقیدہ بنا رہا جس پر وہ پختگی سے ڈٹی رہی۔''(ج:۱،ص:۷۴)

آمرانہ ملوکیت؛ مراد: ظلم وناانصافی: ''......اس آمرانہ ملوکیت کا یہ نتیجہ تھا کہ بادشاہوں کو اپنی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کرنے پڑتے تھے۔''(ج:۱،ص:۶۹)

مرکب مرادبیانی:

مرکب مرادبیانی صفتی:

مُؤسِّسِ اوّل؛ مراد: بانی: ''ایران کے جس تاریخی عہد سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں وہ ساسانی خاندان کی حکم رانی کا عہد ہے۔ اس خاندان کی شہنشاہیت کا مُؤسِّسِ اوّل اردشیر تھا۔''(ج:۱،ص:۳۸)

مردِ حکیم؛ مراد: نہایت حساس اور ذہین، جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم وحکمت کا مالک ہو، نابغۂ

روزگار: ''۵۵۱ ق م چین میں ایک مردِ حکیم پیدا ہوا جسے دنیا کنفیوشس کے نام سے جانتی ہے۔'' (ج:۱،ص:۲۳۵)

وضاحت: یہاں اگر صرف ''حکیم'' کا لفظ استعمال کیا جاتا تو بھی بات بن جاتی لیکن ''مرد'' کا سابقہ اس کی صنف ہی کا اظہار نہیں بلکہ یہ ایک لفظ علامت ہے ان تمام اوصاف کی جو مردانگی کا خاصہ ہو سکتے ہیں۔ یہ مرکب لفظ، فصاحت و بلاغت کی اعلا مثال ہے۔ (راقم)

طرۂ امتیاز؛ مراد: پہچان: ''ہر قیمت پر وعدے کا ایفا اور عہد کی پابندی اہلِ عرب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔'' (ج:۱،ص:۳۰۴)

حکمتِ عملی؛ مراد: تعمیری اقدام: ''حضرت ہاشم نے ہر غنی کے ساتھ ایک مفلس خاندان کو ملا دیا۔ اس حکمتِ عملی سے ساری قوم کو ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع کر دیا۔'' (ج:۱،ص:۴۴۰)

شوہرِ نام دار؛ مراد: نہایت خوبیوں والا شوہر: ''آپ اپنے عظیم القدر سسر کے زیرِ سایہ اپنے شوہرِ نام دار کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے لگیں۔'' (ج:۱،ص:۴۶۱)

مرکب مرادبیانی مع صفت:

عفت مآب والدہ؛ مراد: نہایت قابلِ احترام ماں: ''اپنے اس معجزہ سے انھوں نے اپنی عفت مآب والدہ کی پاک دامنی کی گواہی بھی دے دی......'' (ج:۱،ص:۳۰)

رسوا کن شکست؛ مراد: دوبارہ حملے کی طاقت نہ رہنا: ''انھوں نے اپنے جادو کے زور سے اس پر غلبہ پانا چاہا لیکن سب کو رسوا کن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔'' (ج:۱،ص:۳۹)

سربرآوردہ لوگ؛ مراد: خاندان کے بڑے بوڑھے: ''...... بڑے بڑے دانش ور اور سربرآوردہ لوگ اس کے اس مکر میں گرفتار ہو جاتے۔'' (ج:۱،ص:۹۰)

ظالمانہ اذیت رسانیاں؛ مراد: مروج سماجی ناانصافیاں: ''اپنے سیاسی اور مذہبی مخالفین کو اس قسم کی لرزہ خیز سزائیں دینا وہاں آئے دن کا معمول تھا......اور نہ ان ظالمانہ اذیت رسانیوں کے خلاف عوام میں کوئی ردِ عمل پیدا ہوتا......'' (ج:۱،ص:۹۸)

پیشہ ور داستاں سرا؛ مراد: کہانی گھڑنے والا: ''جن کے واسطہ سے یہ بشارتیں اور خوش خبریاں ہم تک پہنچیں وہ پیشہ ور داستاں سرا، چرب زباں قصہ گو، نوعیت کے لوگ نہیں تھے بلکہ سربرآوردہ مفسرین، نام ور محدثین......کا ایک مقدس گروہ تھا۔'' (ج:۱،ص:۴۸۱)

چرب زباں قصہ گو؛ مراد: مسخرہ: ایضاً (ج:۱،ص:۴۸۱)

سربرآوردہ مفسرین؛ مراد: پختہ کار محققین، استاذالاساتذہ: ایضاً (ج:۱،ص:۴۸۱)

مرکب مرادبیانی عطفی:

شاہانہ جاہ وجلال؛ مراد: حکومتی رعب اور دبدبہ: ''اس شاہانہ جاہ وجلال کے باوجود اور حفاظتی تدابیر کے باوجود بادشاہ اپنے آپ کو محفوظ محسوس نہیں کرتا تھا۔'' (ج:۱،ص:۷۲)

فولادی نظم ونسق؛ مراد: غیر لچک دار انتظامی امور: ''روما کے جمہوری حکمرانوں نے فوج میں فولادی نظم ونسق برقرار رکھا۔'' (ج:۱،ص:۱۱۹)

کشادہ دلانہ انعام واکرام؛ مراد: معمولی کامیابی پر زیادہ انعام: ''رومی فوج کی کامیابیاں کشادہ دلانہ انعام و اکرام اور وحشیانہ سزاؤں پر موقوف تھیں۔'' (ج:۱،ص:۱۲۰)

مرکب مرادبیانی عطفی مع اضافت:

عالمِ رنگ وبو؛ مراد: دنیا: ''اہلِ عرب میں بعض ایسے لوگ تھے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ عالمِ رنگ وبو، یہ آسمان اور زمین، یہ پانی اور ہوا اور ساری کائنات اپنے تنوع کے باوجود ازخود پیدا ہوگئی ہے۔'' (ج:۱،ص:۳۲۹)

آبائے کرام واجدادِ ذوی الاحتشام؛ مراد: نہایت عظمت وتوقیر میں مشہور خاندان: ''محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آبائے کرام واجدادِ ذوی الاحتشام کی شانِ رفیع کو آشکارا کرنے کے لیے......'' (ج:۱،ص:۳۹۶)

مرکب مرادبیانی مع علاماتِ اضافت:

ازرُوئے افسانہ؛ مراد: سنی سنائی بات: ''علمائے زرتشتی کے نظریہ کی رو سے یہ تین آگیں ان تین معاشرتی طبقوں سے تعلق رکھتی تھیں جن کی بنا ازروئے افسانہ زرتُشت کے تین بیٹوں نے ڈالی تھی۔'' (ج:۱،ص:۵۲)

تادمِ واپسیں؛ مراد: آخری عمر تک: ''اس واقعہ کے بعد چالیس سال تک تادمِ واپسیں وہ اپنے شاگردوں اور چیلوں کو جو حقیقت اس پر منکشف ہوئی تھی، اس کی تعلیم دیتا رہا۔'' (ج:۱،ص:۲۱۱)

مرکب مرادبیانی مع حرفِ اضافت اور علاماتِ اضافت:

بلا کی قوتِ حافظہ؛ مراد: تیز ترین یادداشت: ''فہم وفراست کی نعمت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کو بلا کی قوتِ حافظہ ارزانی فرمائی تھی۔'' (ج:۱،ص:۲۸۷)

نعرۂ تکبیر کی کڑک؛ مراد: جذبۂ جہاد کا رعب: ''غازی صلاح الدین اور اس کے مجاہدوں کے نعرۂ تکبیر کی کڑک، ان (انگریزوں) کے اوسان خطا کر دیتی اور وہ راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوجائے۔'' (ج:۱،ص:۴۸۳)

پاک بازی کی زندگی؛ مراد: ہندومت کی پیروی: ''جولوگ راستی اور پاک بازی کی زندگی بسر کرتے ہیں وارونا انھیں فردوسِ بریں میں بھیج دیتا ہے۔'' (ج:۱،ص:۲۰۳)

سرکنڈے کی جھونپڑی؛ مراد: عارضی گھر: ''لوگ کچے مکان یا سرکنڈے کی جھونپڑیاں بنا کر گاؤں میں اپنی زندگیاں بسر کرتے۔'' (ج:۱،ص:۲۲۷)

مرکب مرادبیانی مع ''بہ'':

سربہ فلک محل؛ مراد: پختہ اور اونچے اونچے مکانات: ''نُجَبَا کو عام پیشہ ور اور ملازمین سے جو چیز ممتاز کرتی وہ ان کی سواری کی شان وشوکت......ان کے سربفلک محل...... ہر چیز ان کی عالی نسبی کا پتہ دیتی ہے۔'' (ج:۱،ص:۷۷)

ناگفتہ بہ؛ مراد: کم زور: ''اہلِ عرب کی معاشی حالت اس وقت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔'' (ج:۱،ص:۲۸۹)

گل بہ داماں؛ مراد: پھولوں اور پھلوں سے لبریز: ''کشمیر کی گل بہ داماں وادیاں۔'' (ج:۱،ص:۳۶۹)

مرکب مرادبیانی مع حروفِ جر:

عقائد میں فساد؛ مراد: کم زور عقیدۂ توحید: ''اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے بجائے، وہ کئی خداؤں کو پوجنے لگے۔ شمس وقمر کے خالق کی بجائے؛ کسی نے سورج کو اپنا دیوتا بنالیا اور کسی نے چاند کو اپنا حاجت روا سمجھ لیا۔ عقائد میں فساد، اخلاقی پستی کا باعث بنا۔ اخلاق میں انحطاط نے راعی اور رعایا کو اپنے انفرادی اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی سے غافل کردیا'' (ص:۲۷۰)

حواشی:

(۱) محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ)، ص ۶۴ [جلد دوم]۔
(۲) عابد، سیّد عابد علی، البدیع (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص ۲۸۸۔
(۳) سہیل عباس بلوچ، بنیادی اُردو قواعد (اسلام آباد: مقدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۳۹۷۔
(۴) ایضاً، ص ۳۹۷۔۳۹۸
(۵) خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ (کوئٹہ: روبی پبلشرز، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۶۔
(۶) عطش درانی، پاکستانی اُردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۱۔
(۷) سہیل عباس بلوچ، داغ اور مراد فعلی، مشمولہ دریافت، شمارہ ۹ (اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۲۔
(۸) سہیل عباس بلوچ، بنیادی اُردو قواعد، ص ۴۴۷۔
(۹) گوپی چند نارنگ، اُردو محاوروں اور کہاوتوں کی سماجی توجیہ، مشمولہ اُردو زبان اور لسانیات (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۹۔

(۱۰) رشید حسن خاں، انشا اور تلفظ (راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۱۔
(۱۱) عبدالحق، مولوی، قواعدِ اُردو (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۹ء)، ص ۳۷۔
(۱۲) ایضاً، ص ۳۸۔
(۱۳) سہیل عباس بلوچ، محولہ بالا، ص ۳۹۸۔
(۱۴) گوپی چند نارنگ، محولہ بالا، ص ۵۷۔
(۱۵) عابد، سید عابد علی، البیان (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۷۔
(۱۶) ایضاً، ص ۵۱۔
(۱۷) ایضاً، ص ۱۲۔
(۱۸) مرزا اسد اللہ غالبؔ، دیوانِ غالب (فیروز سنز)، ص ۱۲۸۔
(۱۹) عبدالحق، مولوی، محولہ بالا، ص ۳۹۔
(۲۰) عابد، سید عابد علی، البدیع (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۰۔
(۲۱) عابد، سید عابد علی، البیان (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۰۔
(۲۲) سہیل عباس بلوچ، داغ اور مرادفعلی، مشمولہ دریافت، ص ۵۲۔
(۲۳) خلیل صدیقی، محولہ بالا، ص ۱۳۸۔

مآخذ:

الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ [جلد دوم]۔
بلوچ، سہیل عباس، داغ اور مرادفعلی، مشمولہ دریافت، شمارہ ۹، اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۰ء۔
______، بنیادی اُردو قواعد، اسلام آباد: مقدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء۔
خاں، رشید حسن، انشا اور تلفظ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء۔
درانی، عطش، پاکستانی اُردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء۔
صدیقی، خلیل، زبان کا مطالعہ، کوئٹہ: روبی پبلشرز، ۲۰۰۱ء۔
عابد، سید عابد علی، البیان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء۔
______، البدیع، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء۔
عبدالحق، مولوی، قواعدِ اُردو، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۹ء۔
غالب، مرزا اسد اللہ، دیوانِ غالب، فیروز سنز۔
نارنگ، گوپی چند نارنگ، اُردو محاوروں اور کہاوتوں کی سماجی توجیہ، مشمولہ اُردو زبان اور لسانیات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء۔